
دھیمی اذانیں
ظفر اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دھیمی اذانیں

ظفر اعوان

دھیمی اذانیں

ظفر اعوان

دھنک مطبوعات

اہتمام اشاعت

زاہد محمود زاہد
حمدان خالد

نام کتاب: دھیمی اذانیں
مصنف: ظفر اعوان
کتابت وسرورق: حمدان خالد
سال اشاعت: اکتوبر 2020ء
تعداد: 500
مطبع: حاجی منیر اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور
قیمت: 500روپے
بیرونِ ملک: 15امریکی ڈالر

عمدہ، دلکش اور معیاری کتابوں کی اشاعت کا بااعتماد ادارہ

DHANAK MATBUAT
dhanakmatbuat.ua786@gmail.com
042-37320030 # 0300-8873052 / 0332-0045336

انتساب

....

دُنیا بھر میں موجود
اقلیتوں، مہاجروں، مغلوبوں، مظلوموں اور مستضعفوں کے نام

فہرست

ظفر اعوان کی دھیمی اذانیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اذان اس پکار کو کہتے ہیں جس کو سننے کے بعد انسان پر عکس العمل دکھانا واجب ہوجاتا ہے۔ اذان پر ردِعمل دکھانا الٰہی فریضہ ہے، جب انسان کے کانوں میں اذان کی آواز پڑتی ہے تو اس پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ عمل کے لئے آمادہ ہوجائے، اگر انسان اذان کی آواز پر ردِعمل نہ دکھائے تو ترکِ واجب کی بنا پر گناہ کا مرتکب ہوکر انفرادی اور بالآخر اجتماعی تباہی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

لیکن یہی اذان اگر دھیمی آواز میں سنائی دے تو سننے والوں پر اوجب تر ہوجاتا ہے کہ وہ اس دھیمی اذان کی پرواہ کریں اور پوری آمادگی کے ساتھ فوری عکس العمل دکھائیں، کیونکہ دھیمی اذان یقیناً کسی ایسے مظلوم کی صدا ہوتی ہے جس کے گلے پر ظلم، ناانصافی، عدم تحفظ، استبداد، استحصال، لاقانونیت، مہاجرت، استضعاف، آمریت یا کسی دوسرے طاغوتی نظام کا پھندا لپٹا ہوتا ہے۔

ظفر اعوان صاحب قریباً ایک دہائی سے یورپ کے ملک ڈنمارک میں بعنوانِ مہاجر اور اقلیت مقیم ہیں، اگرچہ ڈنمارک جدید مغربی تعریف کے مطابق ایک فلاحی ریاست ہے مگر کسی بھی ملک میں مہاجر اور اقلیت کے عنوان سے زندگی بسر کرنا بہر حال مظلومیت سے بھرپور ہوتا ہے، اگر ہم اسی زاویئے سے مشاہدہ کریں تو احساس ہوتا ہے کہ ظفر اعوان کی شاعری مہاجر اور اقلیت ہونے کی وجہ سے دھیمی اذان کی مشابہ ہے، ظفر اعوان کا دوسرا اردو شعری مجموعہ ''مہاجر پرندے'' اسی مظلومیت کا آئینہ دار ہے۔

ظفر اعوان کی شاعری دیس سے دوری کی صعوبتوں، ہجرت کی کلفتوں اور پردیس میں اقلیت ہونے کی وحشتوں کے احساس سے بھرپور ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ ظفر اعوان مہاجروں، اقلیتوں، مستضعفوں، مظلوموں، محکوموں اور محتاجوں کی دھیمی اذانیں سننے میں انتہائی حساس ہیں۔ ظفر اعوان ان مظلوم صداؤں کو سن کر ان سنا نہیں کرتے بلکہ ان اذانوں کو اپنے اشعار میں ڈھال کر مظلوموں کی حمایت کا الٰہی فریضہ پوری تندہی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

ظفر اعوان کے تازہ ترین اردو شعری مجموعے ''دھیمی اذانیں'' سے اشعار کا انتخاب اور ان پر مختصر تبصرہ۔

ہجرتوں کی کلفتیں کیا ہوتی ہیں اس کا اندازہ ظفر اعوان کے اس شعر سے ہو جاتا ہے۔

آئے تھے پردیس میں دو چار برسوں کے لئے
رو رہے ہیں بیٹھ کر آئندہ نسلوں کے لئے

ظفر اعوان کا آئندہ نسلوں کے لئے رونا بے سبب یا شاعرانہ نہیں ہے بلکہ مکمل طور پر آگاہانہ ہے، ظفر اعوان آگاہ ہیں کہ پرائے دیس میں آئندہ نسلوں کی تربیت دین اللہ،

قانونِ خدا اور تہذیبِ برگزیدگان کے مطابق کرنا بہت مہم مگر دشوار ترین کام ہے۔

ظفر اعوان نے سویڈن سے ایم ایس سی انجینئرنگ کی ہوئی ہے، ایک بار ظفر اعوان نے مجھ سے کہا، ''نقاش ویرے اللہ دی قسمے اگر مینوں پاکستان وچ پچاس ہزار روپے ماہوار تک دی نوکری مل جاندی تے میں کدی وی اپنڑ اں دیس چھڈ کے یورپ نہ آؤندا''۔

بخدا ظفر اعوان کے اس جملے نے میرے دل کو مضطرب کر دیا اور میں گھنٹوں تک ان کے اس کرب کو محسوس کر کے شدید غم زدہ رہا، اسی تناظر میں ظفر کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے۔

غیر ملکی ہیں یہاں پر ہم وطن میں اجنبی
بیچ دی پہچان اپنی ہم نے پیسوں کے لئے

ظفر اعوان کو اپنی دھرتی، اپنے لوگ، اپنی تہذیب، اپنا پنجاب اور اپنا پاکستان بے حد عزیز ہیں، ظفر اعوان کا جسم یورپ میں ہے مگر ان کی روح پاکستان میں ہی موجود ہے، ظفر اعوان دولخت ہو چکا ہے جس کا مادی حصہ یورپ اور غیر مادی حصہ پاکستان میں ہے، ایسا شخص ہر دو مقامات پر غریب ہوتا ہے، غیر ملک میں ظفر اعوان کا جسم غریب الوطن ہے، وطن میں ظفر اعوان کی روح بے بدن ہے اور ان کے جیسے کئی پردیسیوں کا ترکہ وطن عزیز میں یتیموں کی مانند غیر محفوظ ہے۔ اس شعر میں ظفر اعوان نے اسی کرب کا اظہار کیا ہے۔

کچھ پہ کچرا گھر بنے ہیں کچھ پہ قبضہ ہو گیا
چھوڑ آئے تھے زمیں جو ہم مکانوں کے لئے

عاقبت نااندیش پاکستانیوں کے لئے یورپ جیسے پرتعیش، ترقی یافتہ، مادر پدر آزاد اور ظاہری حسن و جمال سے معمور خطے میں مقیم ہونا پرکشش خواب ہے، مگر اس خواب کی حقیقت کیا ہے۔ اس کا اندازہ آپ ظفر اعوان کے اس شعر سے لگا سکتے ہیں۔

ہم غریبانِ وطن کی قتل گاہیں بن گئیں
بستیاں مشہور تھیں جو خوش جمالوں کے لئے

اپنے دیس سے پرائے دیس ہجرت کرنا، مہاجر بن کر اقلیت کہلانا اور اپنے دینی فرائض اور تہذیبی رسومات کو آزادی سے انجام دینا پرائے دیس میں کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کا درست اندازہ کوئی اقلیت، محکوم، مغلوب یا مہاجر ہی لگا سکتا ہے۔ اس شعر میں ظفر اعوان نے مظلوموں کے اسی درد کو بیان کیا ہے۔

کرتے ہیں ہم ذکر رب کا ہونٹ اپنے بھینچ کر
کھولتے ہیں اب زباں دھیمی اذانوں کے لئے

میں سمجھتا ہوں کہ ایک مہاجر کا سب سے گہرا زخم اپنے ہی وطن میں اجنبی ہونا ہے اور پردیس میں مقیم انسان کی سب سے دردناک آہ یہ ہے کہ وہ بے وطن ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ظفر اعوان نے کس کرب میں مبتلا ہو کر اس زخم اور آہ کو حوالِ شعر کیا ہے۔

ایک پرکھوں کا ہے ظفری دوسرا بچوں کا ہے
دیس کوئی بھی نہیں ہے میرے جیسوں کے لئے

کچھ متفرق مگر سبق آموز اور پر درد اشعار ملاحظہ کیجئے۔

وصل کے تعاقب میں ہجر ہاتھ آئے گا
ہم کو دیکھ لو چاہے، ہم نے آزمایا ہے

جھوٹ کی کہانی نے پہلے سچ کو مارا ہے
اور واقعے کو پھر سانحہ بنایا ہے

منتظر تمہارا ہوں آج بھی ظفر ایسے
راستے پہ آنکھیں ہیں اور گھر سجایا ہے

ایک شعر ملاحظہ کیجئے

مکاں پھر ایک ہو جائے ہمارا
گرا دے کاش ہر دیوار موسم

شعر میں رچے درد سے حظ اٹھائیے

نیا مزدور ہوں صاحب
مرے ہاتھوں پہ چھالا ہے

یہ شعر پاکستانیوں کی سادگی کی عکاس ہے

حکمرانوں سے امیدِ خیر کی
ہم نے اپنی سادگی بھی دیکھ لی

ایک ایسے مفلس کی کیفیت جو سخی بھی ہے، حظ اٹھائیے

گھر میں بچے نہ بھوکے ہوتے اگر
بھوکے سائل سے ہم دعا لیتے

ولایتِ الٰہی کو بیان کرتا اک شعر

جو دستورِ الٰہی سے جدا ہے
ستم کی حکمرانی ہے سراسر

ظفر اعوان کی دھیمی اذان پر عکس العمل دکھانا ہر سننے والے پر فرض ہے۔ظفر اعوان کی یہ دھیمی اذان متقاضی ہے کہ ہم جہاں ہیں، جیسے ہیں ہر حال میں مستضعفین جہان کی دھیمی اذانیں سنیں اور ان پر کماحقہ عکس العمل دکھائیں۔

شاعری میں ظفر اعوان کا یہ پڑاؤ ان کے منزل کی بلندی کا پتہ دے رہا ہے، جس میں روایت اور جدت کے امتزاج سے شعری مزاحمت کا عنصر بہت واضح نظر آرہا ہے۔ پنجابی اور اردو شاعری کے سفر میں اگر ظفر اعوان اسی راہ پر گامزن رہے تو بعید نہیں کہ ان کی مزاحمتی شاعری ان کو مزاحمتی شاعری کے ناخداؤں علامہ محمد اقبال، جوش ملیح آبادی، فیض احمد فیض، حبیب جالب اور فراز احمد فراز کے سفینے کی راکب کر دے۔

ظفر اعوان کی کامیابی، ارتقا اور تکامل کے لئے دلی دعائیں۔

از احقر الناس
نقاش علی بلوچ
لاہور

••••••••••

شعری آبشار

شعر لکھنا آسان کام ہے لیکن شعر کہنا مشکل عمل ہے۔ایک ایسا شعر جو دل کی آبشار سے نکل کر قلب و ذہن کی کھیتیاں سیراب کر دے وہی اصل ریاضت ہے۔شاعر وہ تخلیق کار ہے جو الفاظ کو قرینے سے سجا کر پیش کرتا اور وہی الفاظ دلوں کے میدان فتح کر لیتے ہیں۔

دیارِ غیر میں مقیم لوگوں کا سب سے پسندیدہ مشغلہ اپنے وطن کو یاد کرنا ہے۔وطن کی یاد جب دل میں بے چینی پیدا کرتی ہے ایسے میں پردیسی کی تخلیقی صلاحیت اُسے تخلیق کی جانب مائل کرتی ہے۔ظفرؔ اعوان بھی ایک ایسے ہی قلمکار ہیں جنہوں نے قلم قرطاس کے ذریعے اپنی سوچ دنیا تک پہنچائی ہے۔

ظفرؔ اعوان سیالکوٹ کی ذرخیز سرزمیں پر پیدا ہوئے اور نقل مکانی کر کے ڈنمارک میں مقیم ہو گئے۔وطن سے دوری نے اُن کے تخلیقی جذبوں کو مہمیز کیا اور پنجابی کے ساتھ اردو شاعری میں بھی اپنا الگ مقام بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ظفرؔ اعوان کے تین پنجابی اور دو اردو مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔پنجابی شعری مجموعہ ''زیویں سدھراں دی''، ''عمراں دے کھوہ'' اور ''کندھاں اُتے گھاء'' جبکہ اردو مجموعہ ہائے کلام ''آرزوئے سحر'' اور مہاجر پرندے'' ہیں۔اِن کے شعری مجموعہ ہائے کلام کے ناموں سے

ہی وطن کے ساتھ اِن کی گہری وابستگی اور پردیس کی کسک کا اندازہ ہوتا ہے۔

ظفر اعوان کا زیرِنظر شعری مجموعہ ’’دھیمی اذانیں‘‘ کے انتساب سے ہی اندازہ ہوتا ہے جو انہوں نے مظلوم اور پسے ہوئے طبقات کے نام کیا ہے۔ظفرؔ اعوان سے جب ملاقات ہو تو اِن کی شخصیت کا دھیما لہجہ اور وضعداری عیاں ہوتی ہے۔بے شمار عالمی مشاعروں میں اپنا کلام سنا چکے ہیں، اپنے عہد کے عظیم شعراء کے ساتھ گہرے روابط ہونے کے باجود اِن کے اندر انکساری کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔اِن کی مشاہداتی حس بہت اعلیٰ ہے، انہوں نے اپنے اردگرد پھیلے مظلوم طبقات کے دکھوں کو نوکِ قلم پر لا کر درد کی ترجمانی کی ہے۔اِن کی اردو شاعری میں غزل کی جانب زیادہ رجحان نظر آتا ہے۔اصنافِ شاعری میں غزل ایک ایسی صنف ہے جس کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ظفرؔ اعوان نے اظہار کے لیے زیادہ تر غزل کا انتخاب کیا ہے۔

شعری مجموعہ ’’دھیمی اذانیں‘‘ کے اشعار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ظفرؔ اعوان ایک مقام پر موسموں کا ذکر اپنے منفرد انداز میں کرتے ہیں

رہے ہیں ہجر کے سے دو چار موسم
ہمارے سب تعلق دار موسم
تمھارے بعد ہم کو لگ رہے ہیں
کبھی خنجر کبھی تلوار موسم

ظفر اعوان نے یہاں ہجر اور جدائی کا تذکرہ کیا ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے، انہوں نے وطن کی مٹی سے جدا ہو کر، اپنوں کی دوری میں جو وقت گزارا ہے وہ اداسی اور ملال میں گزرا ہے۔یہی ملال انہیں قلم کو جنبش دینے پر اکساتا ہے اور ظفرؔ اعوان

بے مثال شعر تخلیق کرتے ہیں۔ہجرت نے اُن کو احساس کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔

ظفرؔ اعوان صرف غمِ دوراں تک محدود نہیں رہے،انھوں نے غمِ جاناں کی حدّت سے بھی آشنائی رکھی ہے۔غمِ جاناں ہی غزل کی شاعری کا طرہ امتیاز تصور کیا جاتا ہے۔ انھوں نے بھی اِس گلی میں قدم رکھا ہے۔ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

ہو رہا ہے کیا اشارا دیکھ لے
کھول کر دل کو دوبارہ دیکھ لے
توڑ لایا ہوں ترے کہنے پہ میں
آسماں سے چاند تارا دیکھ لے

محبت کے لازوال جذبے میں یہ کمال ہوتا ہے کہ ہر کوئی محبوب کی چاہت میں آخری حد تک پہنچ جاتا ہے اور محبت کی آخری حد یہ ہے کہ آسمان سے چاند تارے توڑ لانے کا وعدہ کرتا ہے۔ہر ذی فہم جانتا ہے کہ آسمان سے چاند تارے آج تک کوئی لا سکا ہے اور نہ ایسا کر سکے گا لیکن یہ اظہار کی آخری کڑی ہے۔محبت میں انسان چاہتا ہے کہ اگر اُس کی چاند تاروں تک رسائی ہوتی تو وہ اپنے محبوب کے ایک اشارے پر چاند تاروں کو پیش کر دیتا۔

ظفرؔ اعوان نے اپنی شاعری میں پردیس میں بسنے والوں کو خوب ترجمانی کی ہے۔ایک جگہ اِس طرح اظہار کرتے ہیں۔

آئے تھے پردیس میں دو چار برسوں کے لئے
رو رہے ہیں بیٹھ کر آئندہ نسلوں کے لئے

غیر ملکی ہیں یہاں پر ہم وطن میں اجنبی
بیچ دی پہچان اپنی ہم نے پیسوں کے لئے

ظفرؔ اعوان ہفت پہلو شاعر ہیں، اِن کے اشعار میں مختلف رنگ اور لہجے نظر آتے ہیں ۔مجھے یقین ِ کامل ہے اِن کا شعری مجموعہ ''دھیمی اذانیں'' اِن کے دوسرے مجموعہ ہائے کلام کی طرح مقبول عام کا درجہ حاصل کرے گا۔ظفرؔ اعوان ڈنمارک میں سیالکوٹ کے سفیر ہیں۔

محمد ایوب صابرؔ۔سیالکوٹ

....

اردو اور پنجابی کا منفرد شاعر

ظفر اعوان سے میری پہلی ملاقات پچھلے سال ہوئی جب وہ ڈنمارک سے پاکستان تشریف لائے۔ لیکن ان کا سخن سوشل میڈیا کی بدولت اکثر پڑھنے کو میسر آتا رہا ہے۔ ظفر اعوان صاحب زیادہ تر پنجابی شاعری کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اردو شاعری میں بھی الگ پہچان بنانے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ دیارِ غیر میں رہتے ہوئے بھی اپنی شاعری میں اپنے وطن سے محبت اور معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتے ہیں بہت ملنسار شخصیت انا غرور سے کوسوں دور اس خوبصوت شاعر کی شاعری ہر دل میں گھر کرتی ہے رموز ز و علائم کا استعمال اور محاکات نگاری کے کمالات دکھانا آسان نہیں ہوتا محاکات کی اپنی مسلم حیثیت ہے اور اس سے کنارہ کشی نہیں کی جا سکتی۔ جس طرح آئنے میں دایاں بایاں اور بایاں دایاں ہو جاتا ہے شاعری بھی کو عامیانہ روزمرہ کی گفت وشنید کا نام نہیں، اس میں وہ دکھانا پڑتا جو ہر کسی کی آنکھ نہ دیکھ سکے وہ کہنا پڑتا جو ہر کسی کی زبان نہ کہہ سکے اور اگر ایسا نہ ہو تو سمجھ لیں کہ آپ نے تخلیقیت کا حق ادا نہیں کیا لیکن ظفر اعوان کے لیے یہ سب مشکل نہیں اس لیے ان کی شاعری ہر طبع سلیم کو خوشگوار لگتی

ہے ۔ ہر بڑا شاعر عمر کے ساتھ ساتھ آپ کا شعری ذوق بدلتا رہتا ہے شعر ایسا ہونا چاہیے جو وقت کے ساتھ ساتھ نئی جہتوں اور کنایوں سے آشنائی کا راستہ ہموار کرتا رہے ظفر اعوان کی شاعری محض زبان کا چٹخارہ نہیں بہت گھمبیر مضامین کی چٹان کو دو مصرعوں میں سمونا قدرے مشکل ہے اور اسے ظفر اعوان اپنی شاعری میں آسانی سے سر کرتے نظر آتے ہیں ۔ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

عشق میں شرک کا وجود نہیں
وسط میں واسطے نہیں ہوتے

•••••••

پستیوں میں ابھی اندھیرا ہے
ہو چکی ہے سحر بلندی پر

•••••••

ہمارے لئے یہ بھی اعزاز ٹھہرا
ترا نام لے کر پکارے گئے ہیں

•••••••

جن کے جواب میں مجھے تیرا سرا ملے
فکرِ رسا کو ایسے مسلسل سوال دے

•••••••

ضبط بخشا ہے آگہی نے مجھے
جتنا ڈرنا تھا ڈر لیا میں نے

پرانے لوگ گریہ کر رہے ہیں
نئی تحریک جو اٹھنے لگی ہے

....

بارشیں پھر سے روٹھ جائیں گی
تیرا چھت سے اترنا ٹھیک نہیں

....

چاندنی مقید ہے جہل کے اندھیروں میں
رات بھر دریچوں پر چاند بلبلایا ہے

آخر میں اس خوبصورت شاعر کے لیے ڈھیروں دعائیں، خدا رزقِ سخن میں برکت عطا فرمائے۔

ارشاد نیازی
سیالکوٹ

....

شاعری کا آئن سٹائن

ارسطو نے شاعر کے لئے لفظِ Maker استعمال کیا ہے اور اپنی ایک کتاب ''بوطیقا''(Poetics) میں شاعری پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ ''روایت ۔آہنگ اور موسیقیت سے شاعری کا بڑا مقصد قاری کو خوشی دینا ہے اور یہ خوشی شاعر اور قاری دونوں کے لئے ہوتی ہے''۔دوسری طرف William Wordsworth نے شاعر کے کردار کے لئے تین الفاظ To please, move and transport استعمال کیئے ہیں اور ان تینوں الفاظ کو جمالیاتی خوشی کے آلہ کار بتایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے

"A man like other men, speaking for other men;thus he has a social fuction to perform"

ظفر اعوان کی شاعری کو اگر ان دونوں شخصیات کے شاعری سے متعلق نقطہ ہائے نظر کے حوالے سے کتاب کے انتساب سے اختتام تک دیکھا جائے تو ظفر اعوان اردو زبان کو ذریعہ اظہار بناتے ہوئے خیالات، احساسات،محسوسات،تصورات، جذبات اور

تخیلات کی بُنت کا ایسا Maker ہے جس کے متعلق بے ساختہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان سب کی ترسیل Transporting اور ایک خاص مبدا ''origin'' پر کھڑے قاری کو یوں حرکت ''Move'' پر اکساتے ہوئے موسیقیت سے بھرپور ایسی خوشی بخشتا ہے کہ ہر قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے اسے اپنا غمخوار مل گیا ہو۔ظفر اعوان چونکہ A man like other men ''ایک ایسا انسان جو دوسروں کی طرح ہے'' اور Speaking for other men ''دوسرے انسانوں کے لئے بولتا ہوا انسان ہے''۔جس کا ثبوت کتاب کا انتساب ہے۔

''دنیا بھر میں موجود اقلیتوں،مہاجروں،مغلوبوں،مظلوموں اور مستضعفوں کے نام''۔

میں چونکہ اپنی مادری زبان پنجابی اور قومی زبان اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی ادب کا بھی طالب علم ہوں اس لئے ظفر اعوان کی پنجابی اور اردو شاعری کو پڑھ کر انگریزی شعراء سے تقابل کرتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے ظفر اعوان انگریزی ادب کے ایک دور از سرِ نواحیاء ''Renaissance'' کے شعرا کا بھی ہم عصر ہے اور اس جدید ترین ''Post Modern'' دور کے ہر زبان کے شاعر کا بھی ہم عصر ہے لیکن اس نے ماں اور وطن سے محبت میں مادری زبان اور قومی زبان کو اپنا ذریعہ اظہار بنایا ہے۔

میرے خیال میں ''Poetry is an art not a fun'' اور آرٹ یہ ہے کہ کسی بھی فن پارے کو دیکھ کر دیکھنے والا اس فیصلہ پر اترے ''جیسا یہ ہے ایسا میں نہیں کرسکتا''، ظفر اعوان کی شاعری کو پڑھتے ہوئے ہر شعر پر ہر قاری ایسا ہی فیصلہ کرتا

ہوا معلوم ہوتا ہے۔ظفر اعوان اپنے شعری Diction میں ثقیل الفاظ کے چناؤ کا عادی نہیں ہے بلکہ وہ Social function کو Perform کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور الفاظ کے پیچھے بھاگنے کی بجائے دقیق خیال کو سادگی اور خوبصورتی سے پیش کرنے کا داعی ہے۔

مجھے آئن سٹائن نے کہا ہے
میں دنیا میں ہمیشہ کے لئے ہوں

ادب چونکہ معاشرے کا عکس اور شاعر یا مصنف کی زندگی کے تجربات سے جنم لیتا ہے اس لئے ظفر اعوان کو عکاس اور ذاتی تجربات کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس کی تمام شاعری ''A thing of Beauty'' ہے۔

سیالکوٹ کے مضافاتی گاؤں ''ہرپال'' میں پرورش پانے والا بچہ ''انسان کا باپ'' بن چکا ہے اور اب بیرونِ ملک مقیم ظفر اعوان اندرونِ ملک درپیش قومی مسائل سے بخوبی واقف اور حب الوطنی سے سرشار اپنے قلم کی تلوار لئے انسان دشمن ظالموں سے جنگ لڑتا ہوا سینہ سپر ہے۔

میں روائتی مضامین کی طرح ظفر اعوان کے مسودہ سے چند اشعار پر تبصرہ نہیں کروں گا کیونکہ یہ کام ظفر اعوان کو پڑھنے والے کا ہے کہ وہ خود ہی اس کے ہر شعر پر اپنے انداز میں سوچ بچار کرے۔میں تو نہ صرف اس کے شعروں کی رمز کا مزا لیتا ہوں بلکہ اس کی شاعری سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہر وقت وقت نکالنے کی کوشش

میں رہتا ہوں۔زیرِنظر کتاب پڑھنے کے بعد آپ بھی ظفر اعوان کے ان شعری مجموعوں کی تلاش میں رہیں گے جن تک آپ کی رسائی ابھی تک نہیں ہو سکی۔آخر پر ظفر اعوان کے چھٹے شعری مجموعہ پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ڈھیروں مبارک باد کے ساتھ آپ سے رخصت چاہوں گا۔

التماسِ دعا۔

آصف علی علوی

دالینگویج ہاوس سکول سسٹم سیالکوٹ

••••••••••

زندہ جذبوں کا شاعر

میں ظفر اعوان اعوان کو ایک منجھے ہوئے پنجابی شاعر کے طور پر جانتا تھا۔ پچھلے ہفتے مجھے ان کی اردو شاعری کا تیسرا مجموعہ کلام ''دھیمی اذانیں'' کا مسودہ دیکھنے کو ملا۔ جب پہلے صفحے پر نظر پڑی تو انتساب اتنا خوبصورت تھا کہ ایک ہی نشست میں پوری کتاب کا مطالعہ کرلیا۔

ظفر اعوان صاحب زندہ جذبوں کے شاعر تو ہیں ہی کیونکہ انہوں نے یہ کتاب اقلیتوں، مہاجروں، مغلوبوں، مظلوموں اور مستضعفوں کے نام کی ہے۔ اور شاعری میں تجربہ، تجزیہ اور فکر ایک ہی چکر میں رکھ کر گوند دیئے ہیں۔ ان کے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے۔ ان کو زندگی کے رنگ اور بے رنگی کو الفاظ کا جامہ پہنانا بڑی ہنرمندی سے آتا ہے۔

غیر ملکی ہیں یہاں پر ہم وطن میں اجنبی
بیچ دی پہچان اپنی ہم نے پیسوں کے لئے

ان کی پردیس کی شاعری پڑھتے پڑھتے میرے بھی دل کے پھپھولے جل اُٹھے۔ فکر و احساس، آگہی و شعور، کمال و معیار کا ایک راگ ہی الاپنا شروع کر دیتے ہیں کہ ان پر پردیس، فلسفہ، تندِ حقیقت دھند اور دھول کا فرق اتنا نمایاں نظر آتا ہے کہ اپنے تصورات کو کھرچ کر تصویر بنا دیتے ہیں۔ پھر اس تصویر کا ایسا خواب بُنتے ہیں کہ

زینے سے غزلیں نمو پانا شروع کر دیتی ہیں۔
ظفر اعوان بشمول خود پردیسیوں کے لئے کچھ یوں بیان کرتے ہیں

ایک پُرکھوں کا ہے ظفری دوسرا بچوں کا ہے
دیس کوئی بھی نہیں میرے جیسوں کے لئے

اور خالق کائنات کے حضور اپنی عرضی یوں پیش کرتے ہیں۔

اتنا عروج بخش میرے حسنِ شعر کو
ہر ایک لکھنے والا ظفر کی مثال دے

ان کی گفتگوئے سخن میں پردیس اور پردیس کے مصائب کبھی کبھار تو یادوں کا صحرایوں ساکت کرتے ہیں کہ غریب الوطنی ایک شہرِ برباد یا ملبے کا ڈھیر بن جاتی ہے۔ کبھی کبھار تو ایسا لگتا ہے کہ ایک قصہ گو چھالے کی جلن اور مسافت کی تھکن کی سیرابیت کو اداسی کے صحرا میں ہوائے تند کی ستم ظریفی نہیں گردانتا بلکہ اپنی خوبی سمجھتا ہے۔

شعر کہتے ہو چاہتوں کے ظفر
دیکھنا جلد ہی مرو گے تم

ساتھ ہی ساتھ شعراء کے دکھ کو بھی محسوس کرتے ہیں۔

پیٹ بھرتا جو شاعری سے ظفر
بھوک آنگن میں بین کیوں کرتی

میں ان کی مندرجہ ذیل اشعار کا تذکرہ کیئے بغیر بات اُدھوری اور نامکمل سمجھتا ہوں۔

کچھ پہ کچرا گھر بنے ہیں کچھ پہ قبضہ ہوگیا

چھوڑ آئے تھے زمیں جو ہم مکانوں کے لئے

....

عادتاً کون درد سہتا ہے
مجھ پہ مرہم اثر نہیں کرتا

....

مجبوراً اس پیٹ کی خاطر
ماں نے بچے بیچ دیئے ہیں

....

غالباً تم چھوڑ کر یورپ نہیں آ ؤ گے اب
منتظر گاؤں ظفر اب تک تمہارا ہے غلط

....

اس شہر کے بڑوں پر کُتوں کو چھوڑ دو
لُٹتی ہوں جس نگر میں بچوں کی عزتیں

ظفر اعوان ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی اپنے آبائی وطن میں بسنے والوں کی بے بسی اور معاشرے کی بے اثباتی اور رویوں کی کجی کو باخوبی سمجھتے ہیں۔میں ان کو اتنی خوبصورت اور با کمال کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر یونس آمین
مانچسٹر۔انگلینڈ

پردیس میں رہنے والا دیسی شاعر

مجھے آج بھی یاد ہے کہ یورپ میں تعلیم کے سلسلے میں آئے ابھی چند روز ہی گزرے تھے۔ ایک طرف وطن میں چھوڑ آئے اپنوں کی یاد اور دوسری طرف اسکینڈ نیویا کی شدید سردی نے پریشان کر رکھا تھا۔ایسے میں یونیورسٹی میں مجھ سے پہلے موجود پاکستانی طلباء جو شائد اسی احساس میں مبتلا تھے اس اداسی کو دور کرنے کے لئے شام میں اکھٹے ہو رہے تھے اس دعوت میں مجھے بھی مدعو کیا گیا۔اپنے ہم وطن طلباء کی بے تکلفانہ دعوت کے اس انداز نے پردیس میں دیس کا ماحول برپا کر رکھا تھا۔ایک لڑکے نے بتایا کہ اسی محفل میں ہم سب کے درمیان ایک ایسے دوست بھی موجود ہیں جو کہ بہت اچھا شعر کہتے ہیں تو پھر ان سے فرمائش کرنا کہ کچھ عنائت کیا جائے ایک فطری عمل تھا۔جب انہوں نے اپنے اشعار پیش کرنا شروع کیے تو میں نے بے ساختہ اور باآواز بلند انہیں سراہنا شروع کر دیا۔اور پھر اس کے بعد وہ ہر مصرعے کے ساتھ چمکتی آنکھوں سے میری طرف دیکھتے جیسے کہ اب محفل میں صرف ہم دونوں ہیں۔اُس خوبصورت اہلِ سخن کا نام ظفر اعوان ہے اور یہ ان سے میری پہلی ملاقات تھی۔ یہاں سے ہی ہماری دوستی کی ایسی کہانی کا آغاز ہوا کہ جو وقت کے ساتھ مضبوط سے مظبوط تر ہوتی چلی گئی۔ہم دونوں میں کافی چیزیں مشترک تھیں، ہم دونوں ہی شہر اقبال سے تعلق

رکھتے تھے، یونیورسٹی میں ہمارے مضامین بھی یکساں تھے۔شعر و ادب سے لگاؤ، آفاقی سچائیوں کو باریکی سے جاننا، قدرتی نظاروں میں کھو جانا، خوبصورت مقامات کی سیر کو جانا اور مشترک دوست وغیرہ وغیرہ شائد اسی ہم خیالی کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے چلے گئے۔بقول بشیر مہتاب کے

زندگانی کے سفر میں لطف ہوگا تب نصیب
ہم خیال و ہم نوا جب ہم سفر ہو جائیں گے

جہاں تک ظفر اعوان کی شاعری کا تعلق ہے تو اِس میں کوئی مبالغ آرائی نہیں کہ ظفر اعوان کا شمار اس وقت یورپ میں صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی ادب میں ظفر اعوان کا قد بہت بلند ہے بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ جہاں جہاں پنجابی بولی جاتی ہے وہاں وہاں ظفر اعوان کو استاد شاعر کے طور پر جانا جاتا ہے۔ دھیمی اذانیں ظفر اعوان کا چھٹا شعری مجموعہ ہے۔اس سے پہلے تمام مجموعات کو بھی بے حد پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

کتابوں سے دوستی، اہل دانش کی صحبت، تاریخ کا مطالعہ، ادیان کا تقابلی جائزہ نے ان کے خیالات کو وسعت عطا کی جبکہ شعر کی فنی مہارت اور اور خوبصورت الفاظ کے چناؤ نے انہیں اور ممتاز بنا دیا۔توحید پرستی، عشق مصطفی اور اہل بیت سے محبت کی جھلک ان کی شاعری سے عیاں ہے۔

اسلام زندہ ہے تو زندہ حسین بھی ہیں
کربل فقط یذیدی نخوت کا خاتمہ تھا

دھیمی اذانیں اپنے نام سے ہی اپنا تعارف پیش کر دیتی ہے کہ اِس میں بیان کردہ

مضامین میں پردیسوں کی غریب الوطنی کا دکھ اور اسلام کو مذہبی اقلیت ہونے پر کیا محسوس ہوتا ہے نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ان احساسات کو ظفر اعوان صاحب خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ معاشی جلاوطنی کس طرح ہماری نسل نو پر اثر انداز ہو رہی ہے

آئے تھے پردیس میں دو چار برسوں کے لئے
رو رہے ہیں بیٹھ کر آئندہ نسلوں کے لئے

کرتے ہیں ہم ذکر رب کا ہونٹ اپنے بھینچ کر
کھولتے ہیں اب زباں دھیمی اذانوں کے لئے

حضرت اِقبال کی طرح ظفر اعوان بھی اندھی تقلید کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں اور عقل شعور کے قائل ہیں۔ بلکہ وہ سوچ میں جدت کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ اس کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں اور اپنے خدا سے ہر وقت اس کے طلب گار بھی ہیں۔ مثلاً یہ اشعار دیکھئے

تقلید سے ہوں بڑھ کے قائل شعور کا
مرشد کو چھوڑ کر مَیں زیرک مرید لوں

یزداں اگر یہ کہہ دے، جو چاہے مانگ لو
مَیں برملا ظفر جی فکرِ جدید لوں

ان کی شاعری میں انسانیت، امت مسلمہ کی زبوں حالی اور فرقہ بندی کے حوالے

سے بھی کافی تشویش پائی جاتی ہے

پردیس میں رہتے ہوئے بھی پاکستانی معاشرے پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ اس معاشرے کے اخلاقی بگاڑ، بچیوں کی عصمت دری اور بھوک سے بلکتے بچوں کے دکھ کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

بھوک سے تڑپتے ہیں جب نہال بستی کے
مائیں غم مناتی ہیں شام کی اداسی میں

....

اس شہر کے بڑوں پر کُتّوں کو چھوڑ دو
لُٹتی ہوں جس نگر میں بچوں کی عزتیں

....

لگا کر ٹیگ ہم پر مسلکوں کا
ہمیں ہم سے لڑایا جا چکا ہے
ہماری بستیوں کو ڈوبنا تھا
سمندر کو ہلایا جا چکا ہے

غرض یہ کہ ان میں اچھا شعر کہنے کی بھرپور خداداد صلاحیت موجود ہے۔ اپنے جذبات کو شعری قالب میں ڈھالنے کے فن کے ساتھ ساتھ ظفر اعوان صاحب ایک درد دل رکھنے والے انسان ہیں۔ خیر کے کام میں عملی طور پر شامل ہونا ان کا خاصا ہے۔ وہ

وقت دور نہیں جب ظفر اعوان صاحب دنیائے ادب کے صف اول کے شعراء میں شامل ہوں گے۔ان کے لیے بہت سی دعائیں

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

عدیل احمد آسی
کوپن ہیگن ڈنمارک

....

ہمارا اپنا ظفر اعوان

ظفر اعوان کا تعلق سیالکوٹ کے مشہور ’’ولی‘‘ خاندان سے ہے۔ولی خاندان کے ساتھ میرا تعلق بہت پہلے سے تھا لیکن یہ تعلق سیاسی اور سماجی لحاظ سے تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ولی خاندان سیاسی اور سماجی خدمات کے علاوہ ادب میں بھی کسی طور کم نہیں ہے۔ولی خاندان کے سپوت ارشد اعوان سے میری پہلی ادبی ملاقات ایک مشاعرے میں ہوئی۔ارشد اعوان بذاتِ خود پنجابی زبان کے نامور شاعر ہیں۔انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے بھائی ظفر اعوان جو کہ پانچ شعری مجموعات کے خالق ہیں اور ارشد اعوان کے استاد بھی ہیں چند دنوں تک ڈنمارک سے پاکستان تشریف لا رہے ہیں۔ یہ بات سننے کے بعد مجھے شدید حیرت ہوئی کہ ہمارے علاقے سے تعلق رکھنے والے اتنے بڑے شاعر کا مجھے علم تک نہیں،شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پچھلے پندرہ سال سے بیرونِ ملک رہائش پذیر ہیں۔

جب ظفر اعوان پاکستان آئے تو پنجاب بھر کے ادبی حلقو میں ہلچل سی مچ گئی۔ صرف ایک مہینے کے مختصر سے عرصے میں ان کے اعزاز میں پچیس سے زائد مشاعروں اور ادبی محافل کا انعقاد ہوا۔ میں تقریباً ہر مشاعرے میں ان کے ساتھ تھا اور ان کے بارے میں ایک بات صدق دل سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے ظفر اعوان صاحب کو سادہ

مزاج، مکمل انسان اور فطری شاعر پایا، یہ تمام خوبیاں کسی ایک انسان میں ہونا خدا کی خاص رحمت کی نشانی ہوتی ہے۔

سیالکوٹ میں ہمارا علاقہ سلہر اور اعوان کاری کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جہاں سے آپ کو اقبال، فیض اور شیو کمار بٹالوی کی خوشبو آئے گی۔ اس خوشبو کی گواہی آپ کو ظفر اعوان کی شاعری میں بڑی وضاحت میں ملے گی۔ ظفر اعوان کی شاعری میں آپ کو سچی محبت، انسان کی بے بسی کے محرکات اور وطن سے دوری کے درد بڑے منفرد انداز میں ملے گے۔ ظفر اعوان کے چند شعر دیکھئے۔

آنکھ نیچی کرو تو بات کریں
تم کھڑے ہو اگر بلندی پر

جن کے جواب میں مجھے تیرا سرا ملے
فکرِ رسا کو ایسے مسلسل سوال دے

اس شہر کے بڑوں پر کتوں کو چھوڑ دو
لٹتی ہوں جس نگر میں بچوں کی عزتیں

غیر ملکی ہیں یہاں پر ہم وطن میں اجنبی
بیچ دی پہچان اپنی ہم نے پیسوں کے لئے
ایک پُرکھوں کا ہے ظفری دوسرا بچوں کا ہے

دیس کوئی بھی نہیں ہے میرے جیسوں کے لئے

مَیں دعا گو ہوں کہ ان کے چھٹے شعرے مجموعے''دھیمی اذانیں'' کو ان کے دوسرے شعری مجموعات سے بھی بڑھ کر پذیرائی ملے۔اللہ کرے زورِقلم اور زیادہ۔

رانا عثمان احامر
سیالکوٹ

....

حمد شریف

تو جو چاہے تو روشنی ہوگی
ورنہ ہر طرف تیرگی ہوگی

ذرہ ذرہ تری کمان میں ہے
کس طرح تیری ہمسری ہوگی

تیرے جلوے نظر نہ آئیں اگر
غیر ممکن ہے شاعری ہوگی

مانگنا کاش مجھ کو آ جائے
تیری رحمت میں کب کمی ہوگی

جو بھی تو فیصلہ کرے مولا
اس میں میری ہی بہتری ہوگی

موت کے بعد رحمتوں سے تری
میری جنت میں واپسی ہوگی

رب کے احکام سے مکرنا ظفر
دین و دنیا سے سرکشی ہوگی

نعت شریف

خوش نمائی سے ماورا ہیں آپ
ہے اگر کوئی حق نما، ہیں آپ

آپ محور ہیں میری گردش کا
اور مرکز بھی باخدا ہیں آپ

میرا مقصد نہیں ہے دید فقط
میرا ہر ایک مدعا ہیں آپ

جان لیوا ہے زہر فرقت کا
جس کا تریاق موت یا ہیں آپ

فہم و اِدراک سے جو بالا ہے
وہ کہانی وہ ماجرا ہیں آپ

درمیاں انعکاسِ ہستی ہے
ابتدا اور انتہا ہیں آپ

مجھ کو طغیانیوں کا خوف نہیں
میری کشتی کے ناخدا ہیں آپ

آپ ساقی ہیں حوضِ کوثر کے
آپ احمد ہیں مصطفٰی ہیں آپ

....

❀

نیزے پہ سر چڑھے گا سید کو سب پتا تھا
لیکن وہ سوئے مقتل بے خوف چل رہا تھا

بیٹے بھتیجے بھائی وارے، نہیں جھکا وہ
باطل کو حق نہ مانا اتنا سا مدعا تھا

ماتم کناں تھا اُس پل انسانیت پہ صحرا
بانہوں میں جب وہ لاشِ اصغر لئے کھڑا تھا

یعقوب کے طرح سے رویا نہ تھا ادھر وہ
نبیوں سے بڑھ کے میرے مرشد کا حوصلہ تھا

تاریخ پڑھ کے دیکھو ملتا نہیں کوئی بھی
کرب و بلا میں جیسے غازی مرا لڑا تھا

اسلام زندہ ہے تو زندہ حسین بھی ہیں
کربل فقط یذیدی نخوت کا خاتمہ تھا

مرتا نہیں ظفر جو حق سچ پہ سر کٹا دے
سوچوں کو جس نے بدلا ایسا وہ سانحہ تھا

•••••••••••••

❀

ہوتی ہیں جَل سے جیسے ندیوں کی عزّتیں
صِدقِ مَقال سے ہیں یاروں کی عزّتیں

جن کو مرے نبی کی خلوت ہوئی عطا
افضل ہیں بستیوں سے غاروں کی عزّتیں

سجدے میں سر کٹا کے کربل کی ریت پر
شَبّیر نے بڑھائیں سجدوں کی عزّتیں

دیکھو ذرا تماشہ جُھوٹوں کے جُھنڈ میں
نیلام ہو رہی ہیں سچّوں کی عزّتیں

بیٹھے نہ ہوتے پھر سے عیّار تخت پر
ہوتیں اگر وطن میں اچھّوں کی عزّتیں

اُس شہر کے بڑوں پر کُتّوں کو چھوڑ دو
لُٹتی ہوں جس نگر میں بچّوں کی عزّتیں

ہجرت کی راہ پر ہوں پلٹوں گا جیت کر
قائم رہیں ظفر جو راہوں کی عزّتیں

•••••••••••••

❀

بغض و حسد کی آگ سے باہر نکال دے
مجھ کو شعور و فکر کے رستے پہ ڈال دے

جن کے جواب میں مجھے تیرا سِرا ملے
فکرِ رَسا کو ایسے مسلسل سوال دے

یا رب بجز تمھارے میں جھکتا کہیں نہیں
اپنی جناب سے مجھے رزقِ حلال دے

آرام کرنا جرم ہو منزل کی کھوج میں
مجھ کو مرے مزاج میں اوجِ کمال دے

کرنا ہے روشنی سے منور جہان اگر
ظلمت زدہ سحر کو اذانِ بلال دے

اتنا عروج بخش مرے حسنِ شعر کو
ہر ایک لکھنے والا ظفر کی مثال دے

....

❀

تُو کہتا ہے مَیں راجہ کے لئے ہوں
نہیں یارا رعایا کے لئے ہوں

مجھے آئن سٹائن نے کہا ہے
مَیں دنیا میں ہمیشہ کے لئے ہوں

مرا رستہ مری منزل الگ ہے
تو ساگر ہے مَیں صحرا کے لئے ہوں

یہ تیرا شور ہے بس دو دنوں کا
مَیں ماضی حال فردا کے لئے ہوں

ملا موقع تو دریا چیر دوں گا
عصا ہوں اور موسیٰ کے لئے ہوں

خداؤں نے مرے پُتلے جلائے
کہا مَیں نے مَیں یکتا کے لئے ہوں

ظفر جو عشق میں ہوجائے بوڑھی
میں یوسف اس زلیخا کے لئے ہوں

....

❀

آئے تھے پردیس میں دو چار برسوں کے لئے
رو رہے ہیں بیٹھ کر آئندہ نسلوں کے لئے

غیر ملکی ہیں یہاں پر ہم وطن میں اجنبی
بیچ دی پہچان اپنی ہم نے پیسوں کے لئے

کر دیا مزدوریوں نے بوڑھا ہم کو اس طرح
بِن پروں کے جیسے پنچھی ہوں اڑانوں کے لئے

کچھ پہ کچرا گھر بنے ہیں کچھ پہ قبضہ ہو گیا
چھوڑ آئے تھے زمیں جو ہم مکانوں کے لئے

ہم

ہم غریبانِ وطن کی قتل گاہیں بن گئیں
بستیاں مشہور تھیں جو خوش جمالوں کے لئے

کرتے ہیں ہم ذکر رب کا ہونٹ اپنے بھینچ کر
کھولتے ہیں اب زباں دھیمی اذانوں کے لئے

ایک پرکھوں کا ہے ظفری دوسرا بچوں کا ہے
دیس کوئی بھی نہیں ہے میرے جیسوں کے لئے

•••••••••••••

❀

بس میں اگر ہو میرے تم کو خرید لوں
بدلے میں دو گھڑی کا وقتِ سعید لوں

دیکھی ہے یاسِیَت ہی آنکھوں نے جا بہ جا
دل چاہتا ہے اب کے کوئی نوید لوں

دریا کے پانیوں پر ہو عکس یار کا
سورج سے روشنی کی مہلت مزید لوں

خوشبو کو ڈال کر مَیں عرقِ گلاب میں
جی کر رہا ہے پھر سے گلشن کشید لوں

تقلید سے ہوں بڑھ کے قائل شعور کا
مرشد کو چھوڑ کر مَیں زیرک مرید لوں

اک شوق ہے زرا سا فرصت ملے اگر
ہارے جواری سے مَیں درسِ اُمید لوں

یزداں اگر یہ کہہ دے، جو چاہے مانگ لو
مَیں برملا ظفر جی فکرِ جدید لوں

•••••••••••••

❀

ہو گیا یہیں کا، اک بار جو بھی آیا ہے
تیرے شہر پر میرے یار کوئی سایہ ہے

وصل کے تعاقب میں ہجر ہاتھ آئے گا
ہم کو دیکھ لو چاہے، ہم نے آزمایا ہے

چاندنی مقید ہے جہل کے اندھیروں میں
رات بھر دریچوں پر چاند بلبلایا ہے

اِنس بن نہیں پایا شوق ہے خدائی کا
اس نے کبریائی کا پھر بگل بجایا ہے

جھوٹ کی کہانی نے پہلے سچ کو مارا ہے
اور واقعے کو پھر سانحہ بنایا ہے

تیرے لمس نے میرا جسم خاک کر ڈالا
میں نے تیری حدت سے روح کو جلایا ہے

منتظر تمہارا ہوں آج بھی ظفر ایسے
راستے پہ آنکھیں ہیں اور گھر سجایا ہے

•••••••••••••

❀

تری آنکھوں میں خود کو کھوجتا ہوں
تمھیں لگتا ہے تم کو دیکھتا ہوں

ادھورے رابطے رکھتا نہیں مَیں
جِسے چھوڑوں مُکمل چھوڑتا ہوں

مَیں جب بھی کام سے کرتا ہوں چُھٹی
تری تنہائیوں کو سوچتا ہوں

ترے آگے مَیں کیسے سر جھکا دوں
مری جاں مَیں خدا کو پوجتا ہوں

مری اوقات کیا ہے کہہ رہی ہو
رُکو مَیں دوستوں سے پوچھتا ہوں

کہو تم عاجزی یا ناتوانی
مری عادت ہے دھیما بولتا ہوں

دِیا دیوار پر رکھ کر ظفر مَیں
کسی بچھری ہوا کو ڈھونڈتا ہوں

•••••••••••••

❀

چتاؤں میں زندہ اتارے گئے ہیں
بلوغت سے پہلے ہی مارے گئے ہیں

ہمیں جس گلی سے نکالا گیا تھا
انہیں راستوں میں پسارے گئے ہیں

اندھیرے میں جن کو بنایا گیا تھا
کھلی دھوپ میں وہ نکھارے گئے ہیں

تمہاری بلندی فقط عارضی ہے
فضاؤں میں جیسے غبارے گئے ہیں

ہمارے لئے یہ بھی اعزاز ٹھہرا
ترا نام لے کر پکارے گئے ہیں

خدایا مضافات کی خیر ہو اب
وہ رہنے سمندر کنارے گئے ہیں

بھلے وقت میں بھی ظفر ہم ہمیشہ
برے وقت جیسے گزارے گئے ہیں

•••••••••••••

❀

مرے دل پر اجارہ ہو گیا ہے
ترا سارے کا سارا ہو گیا ہے

ترے آنے پہ ہوتا جشن لیکن
چلو چھوڑو گزارا ہو گیا ہے

جسے تو نے ہتھیلی پر سجایا
وہ جگنو اب ستارا ہو گیا ہے

وہ اجہل سا تری خالہ کا بیٹا
تجھے کیسے گوارا ہو گیا ہے

ادھوری رہ گئی تعلیم میری
ترے کارن خسارا ہو گیا ہے

ہماری اورینٹیشن کا دن تھا
ظفر جب سے تمہارا ہو گیا ہے

•••••••••••••

❀

مرا کنبہ بلایا جا چکا ہے
مرا ماتم منایا جا چکا ہے

کہا منصور کو تھا پیر میں نے
مجھے سولی چڑھایا جا چکا ہے

حوالے قبر کے کرنے سے پہلے
مرا پتلا جلایا جا چکا ہے

لگا کر ٹیگ ہم پر مسلکوں کا
ہمیں ہم سے لڑایا جا چکا ہے

ہماری بستیوں کو ڈوبنا تھا
سمندر کو ہلایا جا چکا ہے

نہیں میں ابنِ مریم جیسا لیکن
مجھے زندہ اٹھایا جا چکا ہے

ظفر جس کو تھا میرے ساتھ مرنا
اسے امرت پلایا جا چکا ہے

•••••••••••••

❀

اتنا سجنا سنورنا ٹھیک نہیں
اس پہ تنہا نکلنا ٹھیک نہیں

آؤ چائے پہ بات کرتے ہیں
راستے میں الجھنا ٹھیک نہیں

تھام لوں گا تری اناؤں کو
تیرا نظروں سے گرنا ٹھیک نہیں

کام ہو جائے گر گرجنے سے
بے سبب پھر برسنا ٹھیک نہیں

بات بنتی ہے بات کرنے سے
بات کر کے مکرنا ٹھیک نہیں

بارشیں پھر سے روٹھ جائیں گی
تیرا چھت سے اترنا ٹھیک نہیں

اب ترے ہاتھ میں ہے رِنگ ظفر
اب ترا مجھ سے ملنا ٹھیک نہیں

•••••••••••••

❀

یادیں ملنے آتی ہیں شام کی اداسی میں
سانسیں رک سی جاتی ہیں شام کی اداسی میں

بن ترے برستی ہیں بارشیں جو ساون میں
جی مرا جلاتی ہیں شام کی اداسی میں

چپکے سے ہوائیں بھی ذکر تیرا کرتی ہیں
گیت گنگناتی ہیں شام کی اداسی میں

چھٹیاں وہ ساری جو دے نہیں سکا تم کو
کاٹنے کو آتی ہیں شام کو اداسی میں

بھوک سے تڑپتے ہیں جب نہال بستی کے
مائیں غم مناتی ہیں شام کی اداسی میں

بیٹیاں ہیں حوا کی بھیڑیوں کے چُنگل میں
خون میں نہاتی ہیں شام کی اداسی میں

چرخیاں یہ سوچوں کی اب ظفر، تو تھامے رکھ
بجلیاں گراتی ہیں شام کی اداسی میں

•••••••••••••

❀

راہ پر رسوائیوں کا یہ اِجارہ ہے غلط
اب سفر پر ساتھ میں چلنا ہمارا ہے غلط

مَیں کسی کا ہو رہا ہوں تو کسی کی ہو چکی
اس لئے تنہائی میں ملنا دوبارہ ہے غلط

جو ہمیشہ تیرے میرے درمیاں حائل رہا
مجھ کو اس کے نام سے تُو نے پکارا ہے غلط

جانتا تھا تم نے آخر چھوڑنا ہی تھا مجھے
ساتھ رہ کر بھی کیا ظالم کنارہ، ہے غلط

تو کسی کی بھی ہو لیکن میں فقط تیرا رہوں
جو ترے وہم و گماں میں ہے وہ سارا ہے غلط

آتشِ نمرود کا یہ پیش خیمہ ہی نہ ہو
خود پرستی کا ترے اندر شرارہ ہے غلط

شام سے ہی آسماں ہے مبتلا بد گوئی میں
چاند کے پہلو میں بیٹھا جو ستارہ ہے غلط

غالباً تم چھوڑ کر یورپ نہیں آؤ گے اب
منتظر گاؤں ظفر اب تک تمھارا ہے غلط

•••••••••••••

❀

بھیڑ میں پھر نہیں رہو گے تم
فیصلوں پر اگر ڈٹو گے تم

تم کو سوچوں تو خون بڑھتا ہے
جانے کیا ہوگا جب ملو گے تم

میں بھی پہنچوں گا عرشِ اعظم تک
ساتھ میرے اگر چلو گے تم

خود ہی دل میں اترتی جائے گی
بات دل سے اگر کرو گے تم

کرچیاں ہوگئی ہیں خوابوں کی
نیند سے جانے کب اٹھو گے تم

دور جانے کی بات کرتے ہو
جان لے کر مری ٹلو گے تم

شعر کہتے ہو چاہتوں کے ظفر
دیکھنا جلد ہی مرو گے تم

....

❀

فاصلے رہبری نہیں کرتے
حوصلے بے بسی نہیں کرتے

تیرے سائے کا پیچھا کرتے ہیں
ہم یونہی عاجزی نہیں کرتے

بات بے بات آنکھ بھر آئے
ایسے تو آدمی نہیں کرتے

دل کی باتوں کو عام کرتے ہیں
ہم کوئی شاعری نہیں کرتے

زندہ دشمن کو چھوڑ آئے ہیں
وار ہم آخری نہیں کرتے

باخدا محفلوں میں شاہوں کی
ہم کبھی حاضری نہیں کرتے

ہم تجھے چاہتے ہیں سچ ہے ظفر
ہم تری پیروی نہیں کرتے

•••••••••••••

❀

اسکی آئی ہے کال حیرت ہے
میرا پوچھا ہے حال حیرت ہے

میری فوٹو ہے اس کی ڈی پی پر
ہو گیا ہے کمال حیرت ہے

دیکھ کر مجھ کو بادہ نوشوں میں
اس کے لب پر سوال حیرت ہے

جس کا چہرہ سدا مہکتا تھا
آج ہے پرُ ملال حیرت ہے

میرے سائے سے بھاگنے والی
مجھ کو دے گی وصال حیرت ہے

جانی دشمن کو آج کل صاحب
میرا اتنا خیال حیرت ہے

واعظوں پر شباب و مے نوشی
ہوگئے ہیں حلال حیرت ہے

•••••••••••••

❀

بے دھڑک گھومنے گھمانے کی
بات کرتے ہو کس زمانے کی

اب بھی عادت نہیں گئی تیری
پھول سے تتلیاں اڑانے کی

صاف کہہ دو کہ اب نہیں ملنا
کیا ضرورت ہے یوں بہانے کی

بے سبب روٹھ جانے والے سُن
ہم کو عادت نہیں منانے کی

عمر اک جھونپڑی میں کاٹی ہے
آرزو میں مکاں بنانے کی

قرض جتنا ہے چاہتوں کا ظفر
مجھ میں ہمت نہیں چکانے کی

•••••••••••••

❀

جب تلک زلف میں خم باقی ہے
اپنے پیمانوں میں دم باقی ہے

آپ سمجھیں کہ سفر بیت گیا
صرف اک پہلا قدم باقی ہے

بادشاہت بھی نہیں بچ پائی
اس پہ اب قید کا غم باقی ہے

میں ہوں عباس کے دیوانوں میں
میرے ہاتھوں میں علم باقی ہے

بیری آ پہنچے ہیں دروازے تک
رہ گیا ایک حرم باقی ہے

پیچ کھایا ہے مجھے غربت نے
اتنا ہے شکر قلم باقی ہے

بحر و بر خشک ظفر ہیں سارے
اک تری آنکھ میں نم باقی ہے

•••••••••••••

❀

جب الفت انسان میں ڈالی جاتی ہے
ایک مہک سی جان میں ڈالی جاتی ہے

پہلے مولانا کی جیبیں بھرتے ہیں
پھر مرضی قرآن میں ڈالی جاتی ہے

اب تو نقلی پھول لگا کر گلداں میں
خوشبو بھی گلدان میں ڈالی جاتی ہے

پیار اک ایسا جزبہ ہے جس میں پڑ کر
جان تلک نقصان میں ڈالی جاتی ہے

شہزادہ بھی شامل جرم ہو لیکن بس
باندی ہی زندان میں ڈالی جاتی ہے

لہروں کو بدنام ظفر کرنے کے لئے
کشتی خود طوفان میں ڈالی جاتی ہے

•••••••••••••

❀

بازوؤں کے حصار میں آئے
وہ مرے اختیار میں آئے

وہ کبھی تو ہمارا حال سنے
دل کبھی تو قرار میں آئے

ہم نے پایا ہے پیار میں گھاٹا
جب سے اس کاروبار میں آئے

اس کو جی جان سے بھی چاہا مگر
ہم نہ پھر بھی شمار میں آئے

میں بھی اسکو بھلا سکوں مولا
دل اگر اختیار میں آئے

اس کی آنکھوں میں ڈوبا رہتا ہوں
دل نہ جب تک خمار میں آئے

ایک مدت گزر گئی ہے ظفر
عشق کو اقتدار میں آئے

•••••••••••••

❀

فکر پر ضابطے نہیں ہوتے
سوچ کر حادثے نہیں ہوتے

رکھتے ہیں آپ کی خبر لیکن
ہم سے یہ رابطے نہیں ہوتے

جب تلک آس کا دیا نہ جلے
منتظر راستے نہیں ہوتے

عشق میں شرک کا وجود نہیں
وسط میں واسطے نہیں ہوتے

یہ فقط لاحقوں کی دنیا ہے
اب یہاں سابقے نہیں ہوتے

کوئی مرتا نہیں کسی کے لئے
اتنے بھی باولے نہیں ہوتے

اب نہ کیجے ہمیں قضا ظفری
اب یہاں معجزے نہیں ہوتے

....

❀

گونگے بہرے بیچ دیئے ہیں
دیس کے بندے بیچ دیئے ہیں

مجبوراً اس پیٹ کی خاطر
ماں نے بچے بیچ دیئے ہیں

تم میڈل کا پوچھ رہے ہو
ہم نے بستے بیچ دیئے ہیں

منزل تک جو لے جاتے ہیں
سارے رستے بیچ دیئے ہیں

آبادی بھی بیچ دی ہم نے
سب ویرانے بیچ دیئے ہیں

پہلے دریا بیچے اور اب
ہم نے چشمے بیچ دیئے ہیں

ہم نے ظفری درگاہوں کے
پنچھی دانے بیچ دیئے ہیں

....

❀

رات میں چاندنی نہیں دیکھی
دن میں بھی روشنی نہیں دیکھی

آسماں پر بھی نیلے رنگوں کی
کوئی چادر تنی نہیں دیکھی

اک تعلق رہا زمانے سے
آج تک دوستی نہیں دیکھی

ہاتھ پھیلاؤں میں ترے آگے
اتنی بھی بے بسی نہیں دیکھی

تو نے دیکھی ہے عاجزی میری
ہاں مگر سرکشی نہیں دیکھی

موت کو آنکھ بھر کے دیکھا ہے
زندگی سر سری نہیں دیکھی

کھویا کھویا سا تھا ظفر شاید
پہلے سی تازگی نہیں دیکھی

•••••••••••••

❀

مَیں سوکھا ہوں ہرا کر دے
مجھے خوشبو عطا کر دے

وہ جس کا کچھ نہیں ہوں مَیں
مجھے اس کی انا کر دے

اگر منزل جدائی ہے
مرا رستہ جُدا کر دے

ترے زیرِ اثر ہے وہ
اُسے اب تو مِرا کر دے

مَیں لکھنا ترک کر دوں گا
اگر اُس نے کہا کر دے

مجھے جب غرق ہونا ہے
اُسے پھر ناخدا کر دے

لگے گی بھوک جاگا تو
ظفر کو ادھ مَرا کر دے

•••••••••••••

❀

ملا کے آنکھ چرانے کا فن نہیں آیا
کسی طرح بھی زمانے کا فن نہیں آیا

کما رہا ہوں محبت خلوص مہر و وفا
بس ایک رزق کمانے کا فن نہیں آیا

تمہارا ساتھ نہیں دینا بس نہیں دینا
ہمیں بہانے بنانے کا فن نہیں آیا

میں جو بھی چاہوں سہولت سے بھول جاتا ہوں
ہاں تیری یاد بھلانے کا فن نہیں آیا

جو احترام کیا ہے تو کرتے رہنا ہے
جھکا کے آنکھ اٹھانے کا فن نہیں آیا

اسی لئے تو سرِ دار آگیا ہوں میں
زباں پہ قفل لگانے کا فن نہیں آیا

ذرا سی بات پہ آنکھیں چھلک پڑی ہیں ظفر
ہمیں یہ درد چھپانے کا فن نہیں آیا

•••••••••••••

❀

انائیں ہار بیٹھا ہوں
خودی کو مار بیٹھا ہوں

جِسے سینے لگانا تھا
اُسے دُھتکار بیٹھا ہوں

تُو طالب ہے حرارت کا
مَیں سینہ ٹھار بیٹھا ہوں

تری منزل سمندر ہے
مَیں دریا پار بیٹھا ہوں

سرِ بازار ہے پرتو
پسِ دیوار بیٹھا ہوں

جہاں پر حکم آیا تھا
وہیں سرکار بیٹھا ہوں

ترے رستے کی نکڑ پر
مَیں ہر اتوار بیٹھا ہوں

ظفر آ جاؤ ملنے کو
بڑا بیزار بیٹھا ہوں

❀

ہو رہا ہے کیا اشارا دیکھ لے
کھول کر دل کو دوبارہ دیکھ لے

توڑ لایا ہوں ترے کہنے پہ میں
آسماں سے چاند تارا دیکھ لے

کھو کے تجھ کو بھی بڑے آرام سے
کر رہا ہوں میں گزارا دیکھ لے

چیر کر دل رکھ دیا ہے سامنے
کس کا ہے اس پر اِجارہ دیکھ لے

بے ضرر سا لوگ کہتے تھے جسے
وقت نے کیسے ابھارا دیکھ لے

تو نے دیکھے ہیں ظفر جلتے دیئے
ہو چکا ہے دل شرارہ دیکھ لے

....

❀

جو ملا کر لیا قبول ظفر
بس یہی ہے ترا اصول ظفر

لے نہ جائیں اٹھا کے بردہ فروش
بچے بھیجے نہیں سکول ظفر

واعدۂ وصل کو وفا کر دے
اس کو تو اور دے نہ طول ظفر

آج تیرے حسیں خیالوں کا
مجھ پہ ہونے لگا نزول ظفر

عشق کی بارگاہِ اقدس سے
کچھ نہیں حاصل و حصول ظفر

ہجر میں تو بھی حوصلہ رکھنا
میں بھی ہوتا نہیں ملول ظفر

گر گزاری نہ عشقِ احمد میں
زندگی ہے تری فضول ظفر

....

❀

میری ہر بات پر تو ''ہوں'' کرتی
گود میں رکھ کے سر سکوں کرتی

چومتی مجھ کو پہلے نظروں سے
اور پھر آنکھ کو نگوں کرتی

پھیرتی ہاتھ میرے بالوں میں
اور پھر پوچھتی رہوں کرتی

سامری بھول جاتا منتر کو
تو اگر زلف سے فسوں کرتی

نام لکھ کر مرا ہتھیلی پر
دعویٰء مدعی زبوں کرتی

شعر کہتا نئے نئے تم پر
تو مرے شوق کو جنوں کرتی

پیٹ بھرتا جو شاعری سے ظفر
بھوک آنگن میں بین کیوں کرتی

•••••••••••••

❀

رہے ہیں ہجر سے دوچار موسم
ہمارے سب تعلق دار موسم

تمہارے بعد ہم کو الگ رہے ہیں
کبھی خنجر کبھی تلوار موسم

کبھی بارش کبھی کالی گھٹائیں
بدلتا ہی رہا کردار موسم

ہماری سمت کر تو پیش قدمی
ذرا ہمراہ لے کر پیار موسم

کبھی شانوں پہ میرے زلف لہرا
کسی دن اس طرح کا وار موسم

مکاں پھر ایک ہو جائے ہمارا
گرا دے کاش ہر دیوار موسم

گزارے تھے ظفر جو ساتھ مل کر
وہی موسم تو تھے سردار موسم

....

❀

کیوں نہ کچھ کام کر لیا جائے
پیار میں نام کر لیا جائے

رات کے ساتھ گفتگو کر کے
چاند کو رام کر لیا جائے

کیا ضروری ہے پیار کی خاطر
خود کو بدنام کر لیا جائے

پیار کی بے تکی کہانی کا
کیوں نہ انجام کر لیا جائے

تھک کے گر جانے سے تو بہتر ہے
تھوڑا آرام کر لیا جائے

خون دے کر خزاں رسیدوں کو
کیوں نہ گلفام کر لیا جائے

عازمِ دیدِ یار ہیں ظفری
عشق احرام کر لیا جائے

•••••••••••••

❀

جینے والوں کو بے خودی دیتے
مرنے والوں کو زندگی دیتے

رتبہ مٹی کا جان لیتے اگر
آسمانوں کو آگہی دیتے

تیری آنکھوں میں جھانک لیتے تو
ہم چراغوں کو روشنی دیتے

تیرے نغمے بھی امر ہو جاتے
گنگناہٹ کو شاعری دیتے

درد سینے میں پال کر اپنے
خود کو احساس شبنمی دیتے

ہوتے گر ہم کبھی حکومت میں
عشق کو عہدہ مرکزی دیتے

جب تجھے سوچ کر ظفر لکھتے
اپنے لفظوں کو چاشنی دیتے

....

❀

پشت پر گھات کا عادی نہیں میں
سُن خرافات کا عادی نہیں میں

اونچ اور نیچ ہو جس میں حائل
اس مساوات کا عادی نہیں میں

جو اترتی ہو دو ہی پل کے لئے
اس حسیں رات کا عادی نہیں میں

میں نے پی لی ہے تری آنکھوں سے
اب خرابات کا عادی نہیں میں

مانتا ہوں میں تری سب شرطیں
اختلافات کا عادی نہیں میں

ہارتا ہوں کہ تری جیت بنے
کھیل میں مات کا عادی نہیں میں

جو محبت میں ظفر ملتی ہے
ایسی خیرات کا عادی نہیں میں

....

❀

لاکھ ہو کٹھن رستہ ہم کو دور جانا ہے
ہجرتوں کے موسم میں بس سفر ٹھکانہ ہے

بھر دیا ہے قدرت نے پیار میری فطرت میں
پیار سے بھلا دل نے کیسے باز آنا ہے

ورد روشنی کا میں، بے سبب نہیں کرتا
تیرگی کے پہلو میں اک دیا جلانا ہے

ساتھ میں رقیبوں کے دیکھ کر تمھیں یارا
ایک پل میں اس دل نے ٹوٹ پھوٹ جانا ہے

اب کے یہ دسمبر بھی بیت جائے گا تنہا
اب کے اس دسمبر میں کس نے مسکرانا ہے

شاخِ یوکلپٹس پر سر کو رکھ دیا میں نے
میں مغالطے میں ہوں آپ کا یہ شانہ ہے

....

❀

نگاہ روتی ہے دل پر سوال ہوتا ہے
بچھڑتے وقت کہاں دل سنبھال ہوتا ہے

تو آ گیا ہے جو اتنا قریب لگتا ہے
کہ جیسے تجھ سے بچھڑنے کا سال ہوتا ہے

میں اس سے اور نہ وہ مجھ سے روٹھتی ہے کبھی
مرے قبیلے کو کتنا ملال ہوتا ہے

محبتوں میں جو ثابت قدم رہے صاحب
جہاں میں ایسا کوئی خال خال ہوتا ہے

وفا کی رہ میں جو کھو جائے ایک بار اگر
وہ اعتماد کہاں پھر بحال ہوتا ہے

تمہارے بعد تو دل ہی نہیں لگا ہے ظفر
تمہارے بعد تو جینا محال ہوتا ہے

....

❀

سجاوٹ دن بدن بڑھنے لگی ہے
وہ جب سے آئینہ تکنے لگی ہے

جہاں پر پیر اس نے رکھ دیئے تھے
وہاں پر کہکشاں اُگنے لگی ہے

کسی خوشبو نگر کی شاہ زادی
مرے دالان میں پھرنے لگی ہے

وہ پڑھتی تھی مرے اشعار پہلے
مرے چہرے کو اب پڑھنے لگی ہے

انہیں اس پل سخاوت یاد آئی
لحد مٹی سے جب بھرنے لگی ہے

پرانے لوگ گریہ کر رہے ہیں
نئی تحریک جو اُٹھنے لگی ہے

ظفر کردار سارے سو گئے ہیں
کہانی جب بیاں ہونے لگی ہے

....

❀

رہبروں کی رہبری بھی دیکھ لی
رہزنوں کی رہزنی بھی دیکھ لی

حکمرانوں سے امیدِ خیر کی
ہم نے اپنی سادگی بھی دیکھ لی

نیک نامی ٹھہری سجدوں کا سبب
زاہدوں کی بندگی بھی دیکھ لی

وار کرتے ہو ہمیشہ پشت پر
میں نے تیری دشمنی بھی دیکھ لی

چاند کو دیتے ہیں طعنہ داغ کا
عاجزوں کی عاجزی بھی دیکھ لی

چند سکے ہیں تری قیمت میاں
آج تیری افسری بھی دیکھ لی

جینے کی خاطر ظفر مرنا پڑا
ہم نے مر کے زندگی بھی دیکھ لی

....

❀

جاگنے کا وقت تھا میں سو گیا
پتھروں میں رہ کے پتھر ہو گیا

جستجوئے حق میں تھا محوِ سفر
مَیں عقیدت کے نگر میں کھو گیا

پھر وہ پگڑی باندھ ہی پایا نہیں
چھوڑ کر تیری گلی کو جو گیا

چاند کو شکوہ ہے تم سے داغ کا
روپ تیرا روشنی کو دھو گیا

جس نے بھی دیکھا ہے تیری آنکھ میں
برملا اس نے کہا میں تو گیا

چار سو تھا نور کا ہالہ ظفر
آئنے میں جب مرا پرتو گیا

....

❀

یاد پرانی جاری ہے
آنکھ سے پانی جاری ہے

تنہا منزل کی جانب
دیکھ روانی جاری ہے

کارِ جہاں کی جانِ من
کارستانی جاری ہے

چھین کے چین غریبوں کا
اب سلطانی جاری ہے

المار ی میں رقعوں کی
اک مہمانی جاری ہے

وہ قانون سے بالا ہیں
ہر من مانی جاری ہے

برسوں سے ہم جیسوں کی
بس قربانی جاری ہے

رسموں سے دن رات ظفر
نافرمانی جاری ہے

....

❀

دوستوں کی دوستی بھی دیکھ لی
ہم نے تیری بے رخی بھی دیکھ لی

کچھ نہ تھا پہلے بھی جھولی میں مری
اور اب تیری کمی بھی دیکھ لی

دیکھ لی ہے تیری آنکھوں کی نمی
تیرے چہرے کی خوشی بھی دیکھ لی

پہلے دیکھا تھا فقط کوچہ ترا
اب رقیبوں کی گلی بھی دیکھ لی

تیرا چھن جانا بھی دل نے سہہ لیا
اور اشکوں کی جھڑی بھی دیکھ لی

تو بھی ہنس دیتا ہے مطلب کے لئے
ظفری تیری دل لگی بھی دیکھ لی

....

❀

خیال تیرا سدا رہا ہے
تو بن کے لب پہ دعا رہا ہے

شعور میرا عطا ہے تیری
کہ مجھ میں تو بولتا رہا ہے

کچھ اور سُونا سا کر گیا ہے
یہ اب دسمبر جو جا رہا ہے

مری حفاظت میں جب تلک تھا
گلاب سا وہ کھلا رہا ہے

تمہاری چاہت کا یہ اثر ہے
نکھار مجھ میں جو آ رہا ہے

عطاؤں میں تو بھی کم نہیں تھا
یہ دل بھی تیرا گدا رہا ہے

ظفر جدا ہے سرور ان کا
جو گیت میرے تو گا رہا ہے

....

❀

انا کو بیچ ڈالا ہے
مرے ہونٹوں پہ تالا ہے

نظر تھی جس کی سورج پر
اسے کرنوں نے ٹالا ہے

جہاں پر تھا پڑا سوکھا
وہیں دریا نکالا ہے

نیا مزدور ہوں صاحب
مرے ہاتھوں پہ چھالا ہے

کرو تم صاف نیت کو
ابھی سوچوں میں جالا ہے

جلائے خواب ہیں تو پھر
ہوا گھر میں اجالا ہے

ظفر کو چھوڑ جاؤ گے
یہی اک خوف پالا ہے

•••••••••••••

❀

فقط اک بدگمانی ہے سراسر
یہ وقتی مہربانی ہے سراسر

جو دستورِ الٰہی سے جُدا ہے
ستم کی حکمرانی ہے سراسر

نئی دیوار آنگن میں بنے گی
تنازع خاندانی ہے سراسر

ازل سے جو ابد کی یاترا ہے
محبت کی کہانی ہے سراسر

جہاں انسان کی تکمیل ہووے
خدا کی راج دھانی ہے سراسر

وہ دکھ جس کو خدا سہتا نہیں ہے
بشر کی زندگانی ہے سراسر

ترا شیوہ اگر صبر و رضا ہے
تو ہر پل شادمانی ہے سراسر

ظفر جو آگ کو گلشن بنا دے
ندامت کا وہ پانی ہے سراسر

•••••••••••••

❀

بہار بن کے خزاں میں گلاب آتے رہے
وہ جا چکا تھا مگر اس کے خواب آتے رہے

گلاب جیسا دمکتا تھا جن دنوں چہرہ
انہی دنوں میں تو خط بے حساب آتے رہے

جوان ہوتے ہی طغیانیوں نے گھیر لیا
لہو میں اپنے بہت انقلاب آتے رہے

ہمیشہ ماں کی دعائیں رہی ہیں شاملِ حال
یوں ہر محاذ سے ہم کامیاب آتے رہے

وہ دن بھی آئے کہ سقہ بنا ہے حاکمِ وقت
بہت عجب سے یہاں انقلاب آتے رہے

کشش تو ہم میں بھی تھوڑی بہت رہی ہے ظفر
ہماری سمت بھی کچھ ماہتاب آتے رہے

•••••••••••••

❀

بٹ چکی جتنی تھی یاں اور نہیں مل سکتی
ہم کو چاہت میں اماں اور نہیں مل سکتی

تیری آغوش سی نرمی نہ کہیں گرمی ہے
ہم کو وہ راحتِ جاں اور نہیں مل سکتی

پھر بھی آمادہ ہوں میں تجھ پہ لٹانے کو اسے
گرچہ معلوم ہے جاں اور نہیں مل سکتی

تیرے جلووں میں جوانی کی رمق ختم ہوئی
اس لیے تجھ کو اماں اور نہیں مل سکتی

ایک مسکان کے بدلے میں محبت لے لو
شہر میں ایسی دکاں اور نہیں مل سکتی

لکڑیاں راکھ ہوئے جاتی ہیں چاہت والی
چھٹنے والا ہے دھواں اور نہیں مل سکتی

تیرے کوچے میں گزاری ہے ظفر جو ہم نے
زندگی اتنی رواں اور نہیں مل سکتی

•••••••••••••

❀

صاحب کوئی بات کرو جی
چاہے دن میں رات کرو جی

فاقوں تک نوبت پہنچی ہے
بہتر کچھ حالات کرو جی

سب کچھ اچھا ہو جائے گا
صدقہ اور خیرات کرو جی

دریاؤں سے لے کر پانی
صحرا پر برسات کرو جی

رب کو راضی کرنا ہے تو
اشکوں کی بہتات کرو جی

مجھ کو اپنانے سے پہلے
دور مرے خدشات کرو جی

••••••••••••

❀

یہ ہونا بھی کیا ہونا ہے
قسمت میں اپنی رونا ہے

اس میل پہ میں بھی حیراں ہوں
میں مٹی ہوں تو سونا ہے

ہم نے چاہت کی ڈوری میں
قربت کا ہار پرونا ہے

تقدیر کے ہاتھوں میں اپنا
جیون بھی ایک کھلونا ہے

جس کی خاطر سب چھوڑا تھا
اک دن اس کو بھی کھونا ہے

اب اشکوں سے دن رات ظفر
داغِ فرقت کو دھونا ہے

•••••••••••••

❀

کب محبت ادھوری کرتے ہیں
ہم جو کر لیں تو پوری کرتے ہیں

ہم ہیں منصور کے قبیلے سے
ہم کہاں جی حضوری کرتے ہیں

موج میں اپنی مست رہتے ہیں
کام ہم بس ضروری کرتے ہیں

جن سے اپنا مزاج بھر جائے
ایسے لوگوں سے دوری کرتے ہیں

ذکر ہم کر کے ان کے چہرے کا
اپنی راتوں کو نوری کرتے ہیں

•••••••••••••

❀

میں دشت و صحرا سجا رہا ہوں
وفا کے پودے لگا رہا ہوں

جو بھائیوں نے اٹھا لیا تھا
وہ پنوں واپس بلا رہا ہوں

تمام کیدو ہیں مار ڈالے
میں ساری ہیریں بچا رہا ہوں

کہ سوہنی پھر نہ ڈوبے کوئی
گھڑے میں پکے بنا رہا ہوں

جو تیر توڑے تھے صاحبہ نے
میں اپنے سینے پہ کھا رہا ہوں

کھڑے پہاڑوں کے درمیاں سے
میں ایک چشمہ بہا رہا ہوں

میں قیس کے واسطے ظفر جی
سراب سارے مٹا رہا ہوں

•••••••••••••

❀

آتے جاتے ہیں منہ چڑاتے آپ
او گھر بھی نہیں بلاتے آپ

آپ پر بھی پہاڑ ٹوٹ پڑے؟
ہم پہ تھے بجلیاں گراتے آپ

خضر کے ساتھ چلتے رہتے تو
قوم کو راستہ دکھاتے آپ

کاش ایسا بھی وقت آ جاتا
روٹھے ہم ہمیں مناتے آپ

دار کو خود ہی چُن لیا ہم نے
تخت پر کب ہمیں بٹھاتے آپ

مان لیتے خطا ظفر کی ہے
غیر سے ہی اگر نبھاتے آپ

....

❀

آپ کی آپ سے دوا لیتے
آپ کو آپ سے بچا لیتے

آپ ہوتے اگر عنایت سے
آپ کو ناچ کر منا لیتے

ہم نہ ہوتے اگر نشانے پر
ہم بھی پتھر کوئی اٹھا لیتے

گھر میں بچے نہ بھوکے ہوتے گر
بھوکے سائل سے ہم دعا لیتے

آپ آتے جو تیر کر ملنے
کٹیا ساحل پہ ہم بنا لیتے

ظفری قسمت میں غرق ہونا تھا
چاہے موسیٰ سے ہم عصا لیتے

....

❀

بحر و بر جلا دیا گرمیوں کی دھوپ نے
حشر برپا کر دیا موسموں کی دھوپ نے

چھاؤں میں جوان ہو ڈالروں کی تم ابھی
ہم کو بوڑھا کر دیا غربتوں کی دھوپ نے

پیڑ پودے پھول و پھل سب کے سب نکھر گئے
باغ کو سجا دیا بارشوں کی دھوپ نے

چاند ہے بجھا بجھا حسن تیرا دیکھ کر
آفتاب رو پڑا اس فسوں کی دھوپ میں

ساتھ میرے ہو کے بھی ساتھ تم نہیں مرے
کچھ اثر تو ہے کیا سازشوں کی دھوپ نے

تھا کبھی گلاب سا اب نہیں رہا ظفری
رنگ تک اُڑا دیا حادثوں کی دھوپ نے

....

❀

رنج سے ہو کے ماورا بابو
بھول جانا کہا سنا بابو

کفر و الحاد ذکر غیروں کا
ہو گیا شرک باخدا بابو

ہم مجاور نہیں ہیں زائر ہیں
کرنے آئے ہیں بس دعا بابو

خود پرستی میں مبتلا اکثر
شاعروں میں ملے خدا بابو

تیری بانہوں سے لپٹے لپٹے ہم
جانے کب ہوگئے جدا بابو

سِگرٹوں کی یہ چوتھی ڈبی ہے
چھوڑیں ایسا بھی کیا ہوا بابو

ہوکے آزاد خود پسندی سے
ہو چکا ہے ظفر ترا بابو

•••••••••••••

❀

کہیں کانٹوں بھری چادر تری مخمل نہ بن جائے
تری بے چارگی دیکھو کہیں دلدل نہ بن جائے

مجھے جب یاد آتے ہو تو اکثر ڈر سا رہتا ہے
سیاہی بخت کی میری، ترا کاجل نہ بن جائے

مرا جی چاہتا ہے آج پھر جی بھر کے رولوں میں
یہ پانی دل کے صحرا کا کہیں بادل نہ بن جائے

زمیں کو آسماں کرنے کی میں نے ٹھان رکھی ہے
ارادہ دیکھ کر میرا کوئی پاگل نہ بن جائے

کہو تو آج سورج کو ترے در پر کھڑا کر دوں
کہو تو چاند راتوں سے ترا آنچل نہ بن جائے؟

جو بوٹا اک سفیدے کا مرے رستے میں پڑتا ہے
نہیں میں اس لئے چھوتا کہیں صندل نہ بن جائے

رہو تم دور قاتل سے مجھے یہ فکر رہتی ہے
ترا کوچہ ظفر اعوان پھر مقتل نہ بن جائے

•••••••••••••

❀

واپسی کا میں خود میں راستہ تو رکھتا ہوں
چہرہ گر نہیں تکتا آئینہ تو رکھتا ہوں

دور ہو کے بھی تم سے بے خبر نہیں رہتا
چاہے مل نہیں پاتا واسطہ تو رکھتا ہوں

میں زمیں کا باسی ہوں خواہشیں ہیں تاروں کی
آسماں کو چھونے کا حوصلہ تو رکھتا ہوں

پارسا نہیں لیکن یاد رب کو کرتا ہوں
کوزہ گر کا مٹی سے رابطہ تو رکھتا ہوں

ماناا پنی منزل پر میں پہنچ نہیں پایا
اپنے پاؤں میں لیکن آبلہ تو رکھتا ہوں

دیکھ کر مجھے صاحب کہہ گئے نہیں دیکھا
اُن حسین آنکھوں سے اک گلہ تو رکھتا ہوں

بے وفائی کا پھر سے تاج سر پہ رکھا ہے
پیار کا ظفر میں بھی، کچھ صلہ تو رکھتا ہوں

•••••••••••••

❀

تو اِشارہ اگر نہیں کرتا
مَیں تماشہ ادھر نہیں کرتا

اب تری یاد بھی نہیں آتی
اب مَیں تنہا سفر نہیں کرتا

عادتاً، کون درد سہتا ہے؟
مجھ پہ مرہم اثر نہیں کرتا

سلسلہ خوف یا طلب کا ہے
رب کو سجدے بشر نہیں کرتا

محض دو آنسوؤں کے بدلے میں
وہ مجھے در بدر نہیں کرتا

وہ مسیحا ہے میری بستی کا
مجھ کو چھو کر گھر نہیں کرتا

جو تجھے روز دیکھ سکتا ہے
شکر کیوں دیکھ کر نہیں کرتا

بے سبب تیرا ذکر باتوں میں
اب کہیں بھی ظفر نہیں کرتا

•••••••••••••

❀

آفتاب و قمر بلندی پر
روشنی کا نگر بلندی پر

رازِ تخلیقِ کائنات کُھلا
جب گیا اک بشر بلندی پر

پستیوں میں ابھی اندھیرا ہے
ہو چکی ہے سحر بلندی پر

آنکھ نیچی کرو تو بات کریں
تم کھڑے ہو اگر بلندی پر

پستیوں کی غلاظتوں کا کہیں
ہو نہ جائے اثر بلندی پر

مشقِ پرواز کرتے رہتے ہیں
رکھتے ہیں جو نظر بلندی پر

کوئی تعبیر پوچھے یوسف سے
خواب میں تھا ظفر بلندی پر

•••••••••••••

❀

ہجر سیراب کر لیا مَیں نے
دریا آنکھوں میں بھر لیا مَیں نے

تیرے چہرے کو جب سے دیکھا ہے
دل کو ہاتھوں پہ دھر لیا مَیں نے

آ گیا ہوں مَیں چھوڑ کر یورپ
تیرے کوچے میں گھر لیا مَیں نے

مَیں نے سودا کیا ہے گھاٹے کا
باپ دے کر پسر لیا مَیں نے

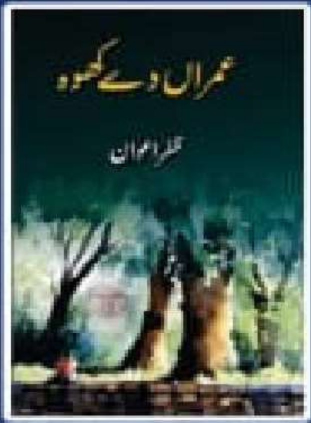
مَیں نے دریا میں ڈال دی نیکی
بادلوں سے ثمر لیا مَیں نے

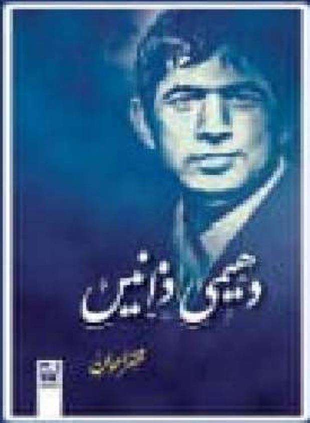
ضبط بخشا ہے آگہی نے مجھے
جتنا ڈرنا تھا ڈر لیا مَیں نے

دے کے ساری زمین بھائی کو
ایک بوڑھا شجر لیا میں نے

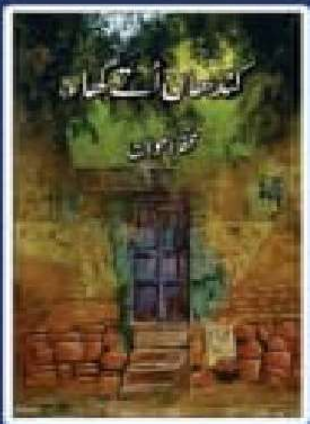
•••••••••••••

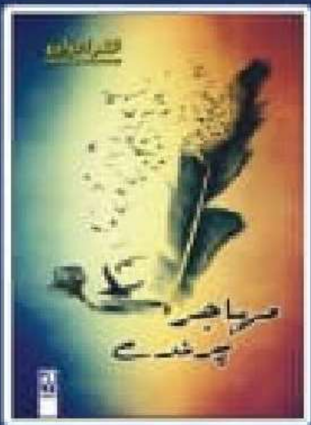
شاعر کی اب تک کی تخلیقات

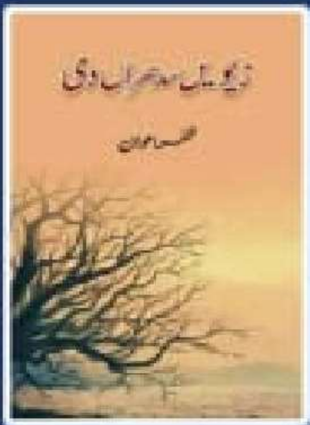












DHANAK MATBUAT
dhanakmatbuat.ua786@gmail.com
042-37320030 # 0300-8873052 / 0332-0045336